شوکت علیؒ

ایک دور کا خاتمہ

نظر تصور کو ۲۵-۲۶ سال پیچھے پھینکئے۔ مسلم یونی ورسٹی کی نئی تحریک کا وہ غلغلہ بلند ہے کہ ہر صدا اس صدائے صور کے آگے دب کر رہ گئی ہے۔ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی (مجلس ترتیب و آئین و ضوابط) کا اجلاس لکھنؤ میں راجہ صاحب محمود آباد مرحوم کی زیر صدارت قیصر باغ میں ہو رہا ہے باہر کے تقریباً سارے مہمان محمود آباد ہاؤس کے عالیشان و پر تکلف مہمان خانہ میں مقیم ہیں، ایک صاحب بہادر ایسے ہیں جن کی انگریزیت کی تسکین صرف انگریزی ہوٹل ہی میں ٹھہرنے سے ہو سکتی ہے اجلاس ہو رہا ہے کہ دوپہر کے وقت یہی "صاحب" جلسہ گاہ میں داخل ہوتے ہیں۔ لحیم و شحیم، گراں ڈیل، رنگ سرخ و سپید وضع و صورت بالکل انگریز، مونچھیں خوب گھنی اور خوب چڑھی ہوئی کہ آنکھوں سے گویا شعلے نکلتے ہوئے! ــــ یہ آنے والا تھا شوکت علی ــــ ۱۹۳۸ء کا مولانا شوکت علی نہیں ۱۹۱۱ء کا مسٹر شوکت علی محکمہ افیون کا ایک اعلا افسر علی گڑھ کا مشہور کرکٹ کپتان اور مشہور تر فدائی "بت چھٹ اولڈ بوائے" چندہ بازوں کا سردار، بوڑھا نہیں، جوان شوکت علی ــ اور بوڑھا وہ ۶۵ سال کے سن میں بھی کب ہوا تھا؟ دنیا کی عمر اور ڈیڑھ سال کھسکتی ہے۔ دسمبر ۱۹۱۲ء کی آخری تاریخیں ہیں ــ لکھنؤ میں وقت کی سب سے بڑی قومی مجلس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس دھوم دھام سے ہو رہا ہے سہ پہر کے وقت کانفرنس کے مہمان، عیسائیوں کے مشہور زنانہ کالج ازابلا تھوبرن کالج

صدق ۵ دسمبر ۱۹۳۸ء

پر مدعو ہیں۔ جاڑوں کی شام آتے ہی دیر کیا لگتی ہے۔ نماز مغرب کا وقت آجاتا ہے اچھی اچھی لمبی داڑھیاں رکھنے والے، جبہ و عمامہ والے جھیں بھیں ہیں ہیں کہ ایک سوٹ بوٹ، ینجی، اٹھ کر وہیں مسیحی کالج کے برآمدوں اور کمروں میں نماز جماعت کے لئے اعلان کرتا ہے اور آکر ایک ایک مہمان سے خوشامد کرتا ہے کہ بھائی خدا کے لئے اس وقت نماز جماعت میں شریک ہو جاؤ، وضو نہیں ہے نہ سہی، اس وقت تو ہمیں عیسائیوں پر اپنی جماعت کا سکہ جمانا ہے۔ یہ وہی سوٹ بوٹ ہیٹ نواز شوکت علی تھی جس کا قالب اب بھی انگریزی ہے، جنگ طرابلس و بلقان کے تجربہ کے بعد اب پوری طرح مسلم ہو چکا ہے ــــ فقہا ظاہر جو کچھ بھی فتوے دیں لیکن بھلے وہ ایک نماز بے وضو جو کتنی ہی با وضو نمازوں سے انشاءاللہ اللہ کے یہاں افضل نکلے گی!۔ خون کے چند قطرے بھی اگر کپڑوں میں لگ جائیں تو نماز درست نہ رہے گی۔ لیکن شہید کا سارا جسم اسی ناپاک خون سے ڈوبا ہوتا ہے اور حکم یہ ہے کہ اس کو پانی سے پاک نہ کرو اسی حالت میں اسے اللہ کے حضور میں پہونچا دو!ــ

خون شہیداں راز آب اولی ترست

ایں خطا از صد صواب اولیٰ ترست

منظر بدلتا ہے اور ۱۳ء و ۱۴ء میں نہ وہ صفا چٹ چہرہ رہتا ہے نہ چڑھی ہوئی مونچھیں اور نہ وہ زرق و برق انگریزی سوٹ! سر پر ہیٹ کی جگہ کلپاک، جسم پر ڈھیلا ڈھالا ترکی وضع کا موٹے کپڑے کا لمبا سبز کوٹ، چہرہ پر گھنی داڑھی اور لبیں کتری ہوئی۔ اب شوکت علی اسٹیشن کلب کی جان نہیں، انگریزی سوسائٹی کا منظور نظر نہیں۔ وہ نہیں جس پر لیڈیوں کی نظریں پڑیں اور جس کی طرف افسروں کے ہاتھ ''شیک ہینڈ'' (مصافحہ) کے لئے بڑھیں وہی شوکت علی جو طالب علمی کے زمانہ میں نیچے درجہ کے طلبہ سے ان کی اچکنیں اور شیروانیاں اور کرتے اتروا کر سوٹ بوٹ میں ملبوس کراتا تھا۔ ان کے گلے میں ٹائیاں بندھوا تا تھا جیسے مشرقیت سے گویا چڑھ تھی اور جو کہنا چاہئے کہ صاحبیت کا باضابطہ بپتسمہ دیتا تھا۔

اب سر سے پیر تک مشرقی تھا اور ٹھیٹھ مسلمان، وہی شوکت علی جو کبھی علی گڑھ کا پرستار تھا اور اولڈ بوائز لاج کا فرمانروائے خود مختار اب محض "خادم کعبہ" ہے خادم محض کعبہ یا رب کعبہ کا نہیں کعبہ کے خادموں کا خادم، کعبہ کے زائروں کا چاکر، سینہ پر مجلس خدام کعبہ کا تمغان لگا ہوا، جب دیکھئے حاجیوں اور زائروں کی خدمت میں سرگرم! ——— مولیٰ کی کریمی کے رنگ کیسے بے حساب اور بندہ نوازی کے ڈھنگ کیسے بے شمار ہیں۔ بھاگے ہوؤں کو کس کس طرح پکڑ پکڑ کر گھیر گھار لاتے ہیں اور منھ موڑے ہوؤں کو کس کس طرح کمندیں ڈال ڈال کر کھینچ بلاتے ہیں۔

⁂ ——— ⁂ ——— ⁂

اس کے بعد جتنے دور رہیں سب کی نظروں کے سامنے ہیں مقصود طول کلام نہیں۔

ہندوستان میں تحریک خلافت عبارت تھی انھیں دو بھائیوں "علی برادران" کی ذات سے!۔ ہزاروں کے لئے جیل کی راہ آسان کردی خود کانٹوں کا تاج باربار پہنا کہ دوسروں کے لئے کانٹے پھول بن جائیں برسوں ہندوستان کے طول و عرض میں شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک گاندھی جی اور محمد علی کے ساتھ مل کر بے تاج کی بادشاہت کی مسلمان تو مسلمان، ہندوؤں سکھوں، پارسیوں تک سے اپنا کلمہ پڑھوا لیا۔ اور لاکھوں کی نہیں کروڑوں کی زبان سے اللہ اکبر کے نعرے لگوا دیئے۔ اپنے مولیٰ کی بڑائی بکروائی! اور پھر برسوں وہ منظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خوب سہہ لیا بھگت لیا۔ اب بیگانے نہیں خود اپنے "بیگانے بن چکے تھے۔ اور جنھیں کل تک ناز تھا مولانا کی رفاقت پر ———

خدمت گاری پر جو فخر و ناز کے ساتھ آپس میں چرچا کرتے تھے کہ آج مولانا نے ہم سے کیا کہا۔ ان ہی نے وہ زبان درازیاں شروع کیں کہ شرافت کی آنکھیں نیچی ہوگئیں اور متانت نے منھ پھیر پھیر لیا۔ دنیا بھر کا کوئی گندہ سا گندہ الزام نہ تھا کہ جو گندی سی گندی زبان سے اس پر نہ لگ چکا ہو۔ جو آج پھر کمال عبرت اور انتہائی حمیت کے ساتھ "مرد مجاہد

پکارا جا رہا ہے ــــ محمد علی قلب نازک تر اور دماغ حساس تر رکھتا تھا کئی برس قبل ابتلاگاہ سے اٹھا لئے گئے
"بڑے بھیا" کو اپنے صبر و ضبط کا زیادہ دعویٰ تھا۔ امتحان گاہ میں سات آٹھ سال اور رکھے گئے۔
دونوں بھائی دل میں خدا جانے کتنے الفاظ شمار و حساب سے خارج بول ڈالتے تھے۔ آخر زبان
کے گناہوں کا کفارہ کیونکر ہوتا کارساز بندہ نواز نے کیا خوب انتظام کر دیا۔ اُدھر دل و جگر
پر ہر روز نشتر و خنجر چلتے رہے اُدھر سارے گناہ ایک ایک کر کے دُھلتے رہے۔ قربِ رضا کے درجے
ایک ایک کر کے بڑھتے رہے۔ یہ سمجھے کہ ہم مظلوم ہیں۔ غیب سے ندا آئی کہ مظلوم ہی یہاں مقبول ہیں۔

⁂

بزرگوں نے کہا ہے، کہ اللہ والا وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد پڑ جائے۔ شوکت مجذوب
کی خصوصیت یہی تھی کہ شکل دیکھتے ہی اللہ اکبر کی آواز کانوں میں گونجنے لگتی۔ اللہ کے نام کو
پکار پکار کر اتنی بار جپا، اللہ کے نام کی بڑائی اتنی بار خود پکاری، دوسروں سے پکروائی کہ خود
ہی اللہ اکبر کا ایک مجسمہ بن کر رہ گئے تھے۔ ادھر نمودار ہوئے نہیں کہ ادھر نعرۂ تکبیر لگنے لگے۔
اب کیا ذکر جہر کے سارے فضائل صرف خانقاہ نشینوں ہی کے حصہ میں آئیں گے۔ اور جس کے ذکر
جہر سے عالم کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا وہ محروم منہ دیکھتا رہ جائے گا۔!

کہاں کہاں ترا عاشق تجھے پکار آیا!

۱۹۲۴ء میں خلافت ہی نہیں ٹوٹی محمد علی کا دل بھی ٹوٹ گیا۔ اور برابر اور زیادہ ہی ٹوٹتا
رہا۔ شوکت کی موت خوب وقت کی منتظر رہی۔ اِدھر وہ ہستی اپنے مولا کے حضور میں پہونچی
جس نے خلافت توڑی تھی اور اُدھر وہ ذات بھی معاً طلب ہوئی جو خلافت ہی کے نام پر
جی رہی تھی۔ پیشی اب اسی آخری دربار میں ہو رہی ہو گی جس کے بعد کوئی دربار نہیں۔
اور فیصلہ اسی عدالت سے ہو رہا ہو گا جس کے اوپر کوئی عدالت نہیں۔ اجتہاد حق و صواب
پر کس کا تھا۔ انک میتٌ وانہم میتون ثم انکم یوم القیمۃ عند ربکم تختصمون۔

⁂

کہتے ہیں کرکٹ کی شہرۂ آفاق کپتانی کے زمانے میں بیٹنگ، بالکل بے تحاشہ بے تکان اور بے پناہ تھی گیند پڑتے کو اس زور قوت سے مارتے کہ گیند وہاں پہونچ کر گرتی جہاں کوئی فیلڈر تو کیا اس کا وہم وگمان بھی نہ پہونچ پاتا۔ ۲۰ سال کی عمر کی یہ خصوصیت ۶۴۔۶۵ سال کی عمر تک قائم رہی، میدان کرکٹ کا نہیں، سیاسیات کا سہی — جب وار کیا بے پناہ اور جب ہاتھ مارا تو اس زور قوت کے ساتھ کہ ساتھی اور تماشائی دنگ اور حریف کے چہرے کا رنگ فق!

باؤنڈری اوور باونڈری ہٹ لگانے والے کپتان زندگی کی طرح موت کی بازی میں بھی جیت تیری ہی رہی، جلوس زندگی میں ہزارہا نکلے اور ایک سے بڑھ کر ایک پر شوکت۔ لیکن آہ ۲۸ر نومبر کا جلوس میت! کیا کسی دولہا کی بارات اس دھوم سے چلی ہوگی! کیا کسی رئیس کی سواری اس شان سے نکلی ہوگی! کیا کسی سیاسی لیڈر کو اتنے سوگوار نصیب ہوئے ہوں گے! دیکھ لے شوکت ملت کہ آج کتنی بیوائیں تیرے فراق میں بلک بلک کر رو رہی ہیں۔ کتنے بچے تیری یاد میں تڑپ رہے ہیں کتنے سفید ریش پیر مرد خود اپنے کو آج یتیم سمجھ رہے ہیں۔ کتنے جوانان صالح روتے پیٹتے تیرا جنازہ کاندھوں پر اٹھائے میلوں پیدل چل رہے ہیں! ہزارہا ہزار کے اس مجمع سے دور ملک کے گوشہ گوشہ میں، شہر میں، دیہات میں جہاں کہیں بھی ایک اللہ کے ماننے والے آباد ہیں، گھر گھر تیرا ماتم کس اخلاص و دردمندی کے ساتھ برپا ہے! کروڑوں کی آبادی کس درد دل کے ساتھ تیرا سوگ منا رہی ہے! کتنے ایسے جنھوں نے کبھی تیری شکل نہیں دیکھی تھی آج اپنی جگہ محسوس کر رہے ہیں کہ گویا خاص انھیں کا گھر بے چراغ ہو گیا ہے!
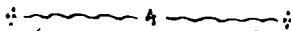
شوکت کی موت، تنہا ایک سپاہی کی موت نہیں، محض ایک جنرل کی موت نہیں پوری ایک نسل کی موت ایک مستقل دور کی خاتمہ ہے۔ شام ہونے لگتی ہے تو آفتاب کی حدت و تمازت پہلے دھیمی پڑتی ہے پھر آفتاب کے چہرہ پر زردی چھانے لگتی ہے یہاں تک کہ قرص آفتاب

آفتاب گویا غائب ہو جاتی ہے۔ جب دورِ تجدد و انقلاب کے پھیلنے کا وقت آیا تو کسی مشیت کا یہ تقاضہ اس کی ہوتی کہ تہذیبِ محمدی کے علمبردار اور اتحادِ اسلامی کے منادی ایک ایک کر کے اٹھا لئے جائیں پہلا بلاوا محمد علی کا آیا پھر شاہ نادر غازی کی طلبی ہوئی اور پھر اقبال کی پکار ہوئی اور اب اس عمارت کے آخری ستون کو بھی ہٹا کر راستہ بالکل صاف کر دیا گیا۔ شوکت علی آخری مسافر تھے۔ اس قافلے کے، آخری یادگار تھے دعایتِ خلافت اور تحریکِ اتحادِ عالمِ اسلام (صاحب کی اصطلاح میں پان اسلام ازم) کے آخری ستون کے گر جانے سے راستہ صاف ہو گیا وطن کی پوجا کے لئے سوشلزم اور سکیولرزم کی خدائی کے لئے اور نئے نئے ناموں کے ساتھ طرح طرح کے آنے والے فتنوں کے لئے ۔ جل جانے والے تختۂ دار پر چڑھ جانے والے۔ اب بھی یقیناً پیدا ہوتے رہیں گے، لیکن ملت اسلامیہ کے فروغ و برتری کے لئے، دینِ الٰہی کی نصرت کے لئے اپنا کاروبار مٹا دینے والا اپنی جاہ و مال دونوں کو نذر کر دینے والا، اپنے سینہ کو گولیاں کھانے کے لئے پیش کر دینے والا اب کون اٹھے گا؟

وہ بات کہ جس کی گئی کو کس کے ساتھ

اعلائے کلمۃ اللہ کے جہاد کرتا الگ رہا خود یہ تخیل قابلِ مضحکہ قرار پائے گا۔ اس پر آوازے کسے جائیں گے اس پر ٹھٹھے لگائے جائیں گے۔ اور اس کا نام زبان سے نکالنا تعزیرات ملک میں ایک سنگین جرم ٹھہرے گا۔

شوکت اعظم زہد و تقوی کا پیکر نہ تھا اس راہ کا مسافر ہی نہ تھا مست و دیوانہ تھا۔ رند اور قلندر رہا لیکن دیوانہ اپنے اللہ کے نام کا۔ اور مست اپنے مولیٰ کے پیام کا۔ عمر بھر لڑتا ہی رہا۔ آج اس سے جنگ کل اس سے اور دشمنوں سے زیادہ خود دوستوں سے لڑا لیکن یہ ساری لڑائی بھڑائی یہ سارا شوقِ جنگجوئی، اسی محبوب کی خاطر جو ہر قدرت والے سے بڑھ کر قادر اور ہر توانا سے زیادہ توانا ہے۔ مدت ہوئی میر تقی میر کا ایک شعر مثنوی زہرِ عشق کی دھن میں ایک صاحب کو پڑھتے سنا تھا ؎

دل پرخوں کی اک گلابی سے عمر بھر ہم رہے شرابی سے

الحمدللہ کہ اپنے "شرابی" کا نمونہ دیکھنے میں آگیا۔ اللہ کے نام کا ایسا مست اور متوالا اب کیوں دیکھنے میں آئے گا! کس کا دل اُمتِ محمدیہ کی دردمندی میں اتنا خوناخون نکلے گا؟ اور موت کے بعد رُوح تو ادھر اعلیٰ علیین کو سدھاری جسم کو جگہ کہاں ملی؟ ہائے حالی کا شعر مرثیہ غالب کا یاد کر لیجئے ؎ کس کو لاتے ہیں بہر دفن کہ قبر

ہمہ تن چشم انتظار ہے آج

جامع مسجد دہلی کے سامنے کا میدان، پشت کی طرف لال قلعہ شاہان اسلام کی دنیوی عظمت و اجلال کی آخری یادگار، رُخ کی طرف مسجد کے در و دیوار گنبد و مینار اور شاہان اسلام کی دینداری کا نشان، سبحان اللہ وبحمدہٖ! اور پھر اپنے ہم مشرب سرمد مست کا جوار!۔ اللہ اکبر! شوکت مرحوم اپنی زندگی میں اپنے مدفن کے لئے کوئی جگہ تجویز کرتے تو اس سے بہتر اور کون سی ہوتی؟

جا خوش نصیب اور نامور کرکٹر! فلاح امت و خدمت ملت کے میدان میں تیری باؤنڈریاں اور ر باؤنڈریاں قیامت تک زندہ رہیں گی اور تیری تربت پر وہ لوگ بھی عقیدت کے پھول چڑھاتے رہیں گے جو زندگی میں تجھے کچوکے ہی دیتے اور تیرے دل و جگر کو لہولہان ہی کرتے رہے۔ تیری تربت کے ذرّہ ذرّہ سے یہ صدا گوش دل سے سننے والوں کے کان میں آرہی ہے ؎

زمن بجرم تپیدن کنارہ کردی

بیا بہ خاک من و آرمیدنم بنگر!